ضروری تھی چنانچہ بے تابی تھی کہ مرنے سے پہلے حضرت عائشہؓ کی اجازت، حاصل ہوجائے اور مطمئن ہوجائیں کہ عبداللہ (ابن عمرؓ) وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کے گھر میں دفن کرسکیں گے، ان تمام افکار کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے شوریٰ کا ایک نظام سوچا اور اس میں اپنے بس بھر احتیاط اور دور اندیشی ملحوظ رکھی۔

حضرت عمرؓ کی وفات اور ایک خلیفہ کے منتخب ہوجانے کے بعد مسلمانوں کا فرض تھا کہ وہ اس نظام شوریٰ پر غور کرتے اور ایک مستحکم بنیاد پر اس کا قیام اس طرح عمل میں لاتے کہ مسلمانوں میں نہ تو تفریق ہوتی اور نہ اُن کا خلیفہ تیزی کے ساتھ حوادث اور آویزش کا شکار ہوتا۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ مسلمانوں نے یہ کچھ نہ کیا اور حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہوتے ہی عطیات میں اضافہ کردیا جو پابندیاں حضرت عمرؓ نے صحابہ پر لگا رکھی تھیں انھیں اٹھادیا اور اجازت دے دی کہ جس کا جہاں جی چاہے جاکر آباد ہو اور اس کا بھی موقع دے دیا کہ لوگ اپنی دولت اور گروہ بڑھائیں۔

اوپر کی سطروں میں جو کچھ میں نے عرض کیا ناظرین اسے ایک طویل داستان کہیں گے لیکن میرے خیال میں یہ بہت مختصر ہے بہرحال طویل ہو یا مختصر وہ حضرت عثمانؓ اور ان کے عہد کے فتنوں پر گفتگو کی تمہید ہے۔ اور اس میں کھلی ہوئی شہادت اس بات کی ہے کہ جو حوادث پیش آئے اور وہ جن نتائج تک پہنچے وہ ان اشخاص اور افراد کے بس سے باہر تھے جنھوں نے دور نزدیک سے ان میں کم و بیش حصہ لیا اور اس لئے انھیں ملزم قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ملامت کی جاسکتی ہے البتہ ماحول اور حالات پر اگر عقل اجازت دے تو الزام لگایا جاسکتا ہے۔

رہنمائے قرآن

اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کے پیغام کی صداقت کو سمجھنے کے لئے، اپنے انداز کی یہ بالکل جدید کتاب ہے جو خاص طور پر غیر مسلم یورپین اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے لکھی گئی ہے، جدید ایڈیشن۔ قیمت ایک روپیہ۔

منیجر:۔ مکتبہ برہان اُردو بازار جامع مسجد دہلی نمبر ۶

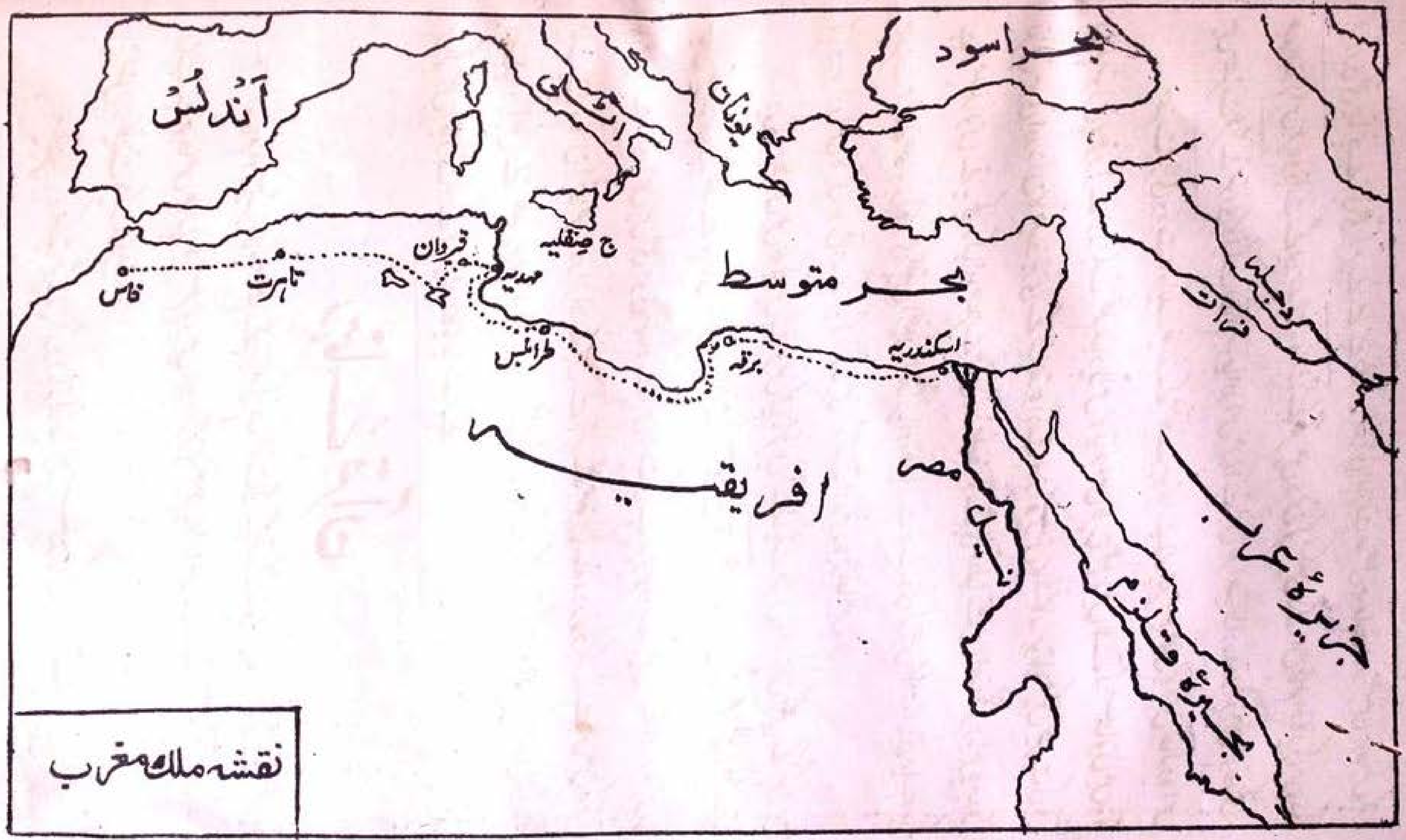

نقشہ ملک مغرب

اسلامی دنیا چوتھی صدی ہجری میں

(ایک سیاح کے مشاہدات)

از
(جناب ڈاکٹر خورشید احمد صاحب فارق ایم اے)

(سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان بابتہ جولائی)

ملک مغرب

اس ملک کے آٹھ صوبے تھے جن کے نام سمت مصر سے حسب ذیل ہیں:-

۱- بَرقہ ۲- افریقیہ ۳- تاہرت ۴- سجلماسہ ۵- فاس یا سُوس الادنیٰ
۶- سُوس الاَقصیٰ ۷- جزیرہ صقلیہ ۸- اَندلُس[1]

مغرب کا تعارف کرتے ہوئے سیاح لکھتا ہے: یہ ایک بڑا اور عمدہ ملک ہے جہاں بہت سے شہر، قصبے اور گاؤں ہیں، یہاں کی صنعتی، تجارتی اور قدرتی خصوصیات بھی بہت ہیں اور بحیثیت مجموعی ملک خوشحال ہے۔ یہاں بہت سے قلعے اور بڑی بڑی سرحدی چھاؤنیاں ہیں، دل کش باغوں کی کثرت ہے اور متعدد سمندری علاقے اور شہر ہیں جیسے تاہرت، سجلماسہ، طنجہ اور صقلیہ یہاں کے باشندے ہمیشہ مصروف جہاد رہتے ہیں۔ مال داروں کی دولت ضبط و ترقی کے خطرات سے محفوظ ہے، باشندوں کا رجحان نیکی اور بھلائی کی طرف ہے، حکومت انصاف پسند ہے، بادشاہ رعایا کے معاملات سے دل چسپی لیتا ہے اور ان کے طور طریق پر نظر رکھتا ہے، ملک سمندر کے کنارہ پھیلا ہوا ہے، شہروں میں زیتون، انجیر، اور انگور کے باغ بکثرت ہیں جن کو نہریں سیراب کرتی ہیں، البتہ یہ ملک بہت دور افتادہ ہے، اس میں بڑے خوفناک ریگستان اور دشوار گذار راستے ہیں۔ یہاں کے عالموں

[1] سیاح نے خود اندلس کا دورہ نہیں کیا بلکہ سنے سنائے کچھ حالات لکھے ہیں لہذا اس مضمون میں اندلس کا ذکر نہیں کیا جائے گا

اور زاہد وں کو بھی کوئی خاص شہرت حاصل نہیں ہے۔ مال داروں میں بخل نمایاں ہے۔ یہاں اگر سیب نہیں تو وہ اکثر چیزیں مل جاتی ہیں جو دوسرے ممالک میں پائی جاتی ہیں اور سستی ملتی ہیں، کھجور اور زیتون کی بہتات ہے۔ ملک کی آب و ہوا بھی اچھی ہے بعض حصوں میں سخت گرمی پڑتی ہے اور بعض میں سخت سردی ہوتی ہے، مصر کی حد سے سوس اقصیٰ کا ملک پہاڑی علاقوں کو چھوڑ کر بالعموم گرم ہے ملک میں یہودی، مجذوم، خصی، بخیل اور بدّھو بہت ہیں۔ واعظوں کی کمی ہے۔ باایں ہمہ، لوگ نرم خو، خلیق اور علم دوست ہیں اور زیادہ تر تجارت کرتے ہیں[1]

ممتاز شہر

(۱) برقہ:۔ صوبہ برقہ کا صدر مقام اور ایک آباد و شاندار شہر تھا جہاں پھل افراط سے تھے اور زندگی کی ضروریات فی الجملہ وافر تھیں۔ باشندے خوش حال تھے، یہ ایک سرحدی چھاؤنی تھی جو سمندر سے نو دس میل کے فاصلہ پر ایک نشیبی میدان میں واقع تھی۔ اس کے ارد گرد پہاڑ تھے۔ یہاں زراعت ہوتی تھی اور کئی قسم کے شہد پائے جاتے تھے، پانی کنوؤں اور بارش کا استعمال ہوتا تھا۔ باشندے خیر و صلاح کی طرف مائل تھے پردیسیوں کے ساتھ ہمدردی اور احسان سے پیش آتے تھے انقلاب اور سیاسی فتنے بھی یہاں کم ہوتے تھے مصر سے آنے والی سڑک یہاں سے ہو کر گذرتی تھی۔[2]

(۲) طرابلس:۔ یہ شہر عظیم ساحل سمندر پر پتھر کی چہار دیواری میں واقع تھا۔ لوگ کنوؤں اور بارش کا پانی پیتے تھے، دودھ۔ شہد۔ پھل اور سیب یہاں بہت ہوتے تھے۔ شہر کا دور دور نام تھا۔[3]

(۳) قیروان:۔ ملک مغرب کا سب سے بڑا شہر اور پایۂ تخت تھا۔ اس کا کچھ حصہ پہاڑی تھا اور کچھ میدانی۔ پھل خوب وافر تھے اور چیزیں ارزاں۔ پانچ سیر اعلیٰ قسم کا گوشت نو آنے میں ملتا تھا اور دس سیر انجیر اتنی ہی قیمت میں۔ کشمش، انگور، کھجور اور روغن زیتون نہایت عمدہ اور ارزاں تھے شہر تجارت کی ایک اہم منڈی تھا، اس کے ماتحت بہت سے شہر تھے۔ باشندوں میں علم کا نمایاں

---

[1] مقدسی صفحہ ۲۳۶ [2] صفحہ ۲۱۶ [3] مقدسی صفحہ ۲۲۴ [4] ایضاً۔

شوق تھا، وہ نہایت بامروت اور مہربان تھے، سیاح لکھتا ہے: یہاں صرف حنفی اور مالکی مسلک کے پیرو پائے جاتے ہیں اور حیرت و مسرت کی بات یہ ہے کہ دونوں فرقوں میں بڑی رواداری ہے نہ حنفی مالکی سے کوئی عداوت رکھتا ہے اور نہ مالکی حنفی کے ساتھ مسلکی عصبیت سے پیش آتا ہے یہ شہر سارے مغرب کا سرتاج اور حکومت کا مستقر ہے اور سارے عالم اسلام میں اس کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے، یہاں نیشاپور سے زیادہ معاشی آسانیاں ہیں، رقبہ میں دمشق سے بڑا ہے اور مرتبہ اور علم و فضل میں اصفہان سے بڑھا ہوا ہے۔ بایں ہمہ یہاں کا پانی اچھا نہیں ہے، ادیب، ظریف اور خوش پوش لوگ بھی کم ہیں بارش اور نہر کا پانی حوضوں میں بھر کر کام میں لایا جاتا ہے، حکومت کی طرف سے دکانوں پر ٹیکس ہے۔ عمارتیں اینٹ اور مٹی سے بنی ہیں، روغن زیتون کے حوض بہت ہیں۔ شہر کے بازاروں میں کاروبار برائے نام ہوتا ہے، تاجر سامان تجارت لے کر ہر روز اس سے متصل صبرہ نامی گول شہر میں آجاتے ہیں جس کو فاطمی خلیفہ نے بغداد کی طرز پر تعمیر کیا تھا اور جہاں باشندے آباد ہو گئے ہیں۔ قیروان کی لمبائی تین میل سے بھی کچھ کم اور چوڑائی بھی تقریباً اسی قدر، اس کے گرد دیوار نہیں تھی۔[1]

(۴) مہدیہ:۔ یہ اہم بندرگاہ بحر روم پر بیچر کے حصار میں واقع تھا۔ قیروان کی رسد اور بیشتر ضروریات اسی بندرگاہ سے فراہم ہوتی تھیں، مصر اور صقلیہ کے جہاز یہیں لنگر ڈالتے تھے، خوش حال اور خوب آباد تھا۔ اپنی جائے وقوع اور بناوٹ کے اعتبار قسطنطنیہ سے بہت مشابہ تھا[2]

(۵) تاہرت:۔ صوبۂ تاہرت کا صدر مقام اور نہایت پر لطف شہر تھا۔ سیاح نے اس کو مغرب کا بلخ کہا ہے، کیوں کہ یہ بلخ کی طرح سرسبز اور جمال قدرت سے مالامال تھا۔ اس کے دائیں بائیں چشمے ابلتے تھے، نہریں رواں تھیں، درختوں اور باغوں نے شہر کو ڈھانپ لیا تھا، شہر کے باہر دور دور تک مرغزار تھے مغرب کی شان اس شہر سے دوبالا ہو گئی تھی، جمالی ذوق کو یہاں رہ کر تسکین ہوتی تھی اور یہاں کے قیام سے پردیسی کی ذہنی و جسمانی صحت بحال ہو جاتی تھی۔

---

[1] مقدسی ص ۲۲۴-۲۲۶ [2] مقدسی ص ۲۲۶

سیاح لکھتا ہے: لوگ اس کو دمشق اور قرطبہ پر ترجیح دیتے ہیں میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے گو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک نہایت عمدہ اور دل کش شہر ہے جہاں آب و ہوا اور قدرتی مناظر کا لطف بھی ہے اور تجارت، معاشی سہولت اور ارزانی بھی خوب ہے بازار خوش وضع ہیں، پانی کی بہتات ہے، باشندے بھی اچھے ہیں، شہر کا طرز پرانا مگر عمارتیں مستحکم ہیں ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کا مقابلہ دمشق یا قرطبہ جیسے شہرہ آفاق اور فردوس نظر شہروں سے نہیں کیا جا سکتا۔[۱]

(۶) فاس:- دو بڑے شہروں کا مجموعہ تھا جن میں سے ہر ایک قلعہ کے اندر محصور تھا، دونوں کے درمیان ایک بڑی وادی تھی جس میں باغ اور چکیاں تھیں ایک پر فاطمی خلیفہ قابض تھا دوسرے پر اُموی راج تھا یہاں جنگ وخوں ریزی، شکست و فتح کے بڑے بڑے معرکے رہتے تھے سیاسی حریفوں کی جنگوں نے باشندوں کو مصیبت میں ڈال رکھا تھا، عمارتیں مٹی کی تھیں اور قلعہ پکی اینٹوں سے بنا تھا جدال و قتال کے باوجود شہر میں ہر قسم کی فراوانی تھی، انجیر اور زیتون خاص طور پر زیادہ تھے، لوگ عام طور پر غیر دلچسپ اور بدھو تھے، علماء کی تعداد کم تھی شورش پسند اور اکھڑ لوگوں کی کثرت تھی۔[۲]

(۷) سجلماسہ:- صوبہ سجلماسہ کا صدر مقام اور ایک بڑا شہر تھا جس کے قریب سے ہو کر ایک دریا گذرتا تھا اس کے گرد مٹی کی شہر پناہ تھی جس کے وسط میں عسکر نامی ایک قلعہ تھا جس میں جامع مسجد اور حکومت کے دفاتر تھے، یہاں گرمی و سردی سخت ہوتی تھی، آب و ہوا صحت بخش تھی، کھجور، انگور، کشمش، پھل، غلہ، انار بلکہ ضرورت کی سب چیزیں خوب تھیں۔ شہر پردیسیوں کے لئے نہایت سازگار تھا اور وہ بڑی تعداد میں یہاں آتے جاتے تھے، یہ ایک اہم سرحدی چھاؤنی بھی تھا۔ اس کے قصبوں اور دیہاتوں میں سونے چاندی کی کانیں تھیں، باشندے سنی اور خوش اطوار تھے۔ علماء اور اصحاب ہوش و تمیز بھی یہاں کافی تھے۔[۳]

---

[۱] مقدسی ص ۲۲۸-۲۲۹ [۲] مقدسی ص ۲۲۹ [۳] مقدسی ص ۲۳۱

(۸) بَلَرم :- جزیرۂ صقلیہ کا پایۂ تخت تھا۔ صقلیہ کے بارے میں سیاح لکھتا ہے: مسلمانوں کے پاس کوئی اور جزیرہ ایسا نہیں جو اتنا بڑا ہو یا اتنا آباد یا جس میں اتنے شہر ہوں، اس کی لمبائی بارہ دن کی مسافت کے بقدر اور چوڑائی چار دن کی مسافت کے بقدر تھی" بَلَرم ساحلی شہر تھا، فسطاط سے زیادہ وسیع تھا مگر آبادی بکھری ہوئی تھی۔ عمارتیں سرخ و سفید پتھر کی تھیں، ان کے باہر فوارے چھوٹتے تھے اور بید کی جھاڑیوں کا دل فریب حاشیہ ہوتا تھا۔ وادیِ عباس نامی ایک نہر سے باغوں اور فواروں میں پانی پہنچتا تھا، شہر کے وسط میں چکیاں تھیں، پھل انگور اور ضروریات معاش خوب وافر تھے، شہر کے گرد دیوار تھی اور اندر ایک اور شہر تھا جس میں جامع مسجد تھی، شہر کے باہر بھی ایک اور شہر تھا جس کا نام خالصہ تھا۔ اس کے گرد بھی فصیل تھی[1]

حکومت

اندلس کو چھوڑ کر جہاں بنو امیہ کے نام پر خطبہ پڑھا جاتا تھا، سارے مغرب میں فاطمی خلفا کا اقتدار تھا[2]

زبانیں

اس ملک میں عربی بولی جاتی تھی لیکن اس میں عربی شستگی و فصاحت نہیں تھی بلکہ وہ مغلق اور بعض حیثیتوں سے دوسری اسلامی ملکوں کی عربی سے مختلف تھی عربی کے علاوہ ایک اور زبان بھی بولی جاتی تھی جو یونانی یا لاطینی سے ملتی جلتی تھی، اس ملک کے صحرائی حصوں میں بربری نسل کے لوگ آباد تھے جن کی زبان بالکل سمجھ میں نہ آتی تھی[3]

تجارت

رقہ سے اونی و سوتی کپڑے اور صقلیہ سے مقصورہ نامی پارچہ کی برآمد ہوتی تھی۔ افریقیہ سے روغن زیتون، پستے، زعفران، اخروٹ، آڑو، توشہ دان، چمڑے کے فرش، مشکیزے، فاس سے کھجور، اور مذکورہ بالا سامان باہر بھیجا جاتا تھا،

---

[1] مقدسی صہ ۲۳۱ [2] مقدسی صہ ۲۴۳ [3] مقدسی صہ ۲۴۳

تجارتی و قدرتی خصوصیات

مغرب کے سمندر میں ایک جزیرہ تھا جس کا صدر مقام مرسی الخزر تھا، اس کے قریب مرجان کے پہاڑ تھے کشتیوں میں بیٹھ کر لوگ اس پہاڑ کے قریب جاتے تھے ان کے ساتھ لکڑی کی صلیبیں ہوتی تھیں جن میں دھاگے کی لچھیاں پھانس دی جاتی تھیں، ہر صلیب پر دو رسیاں بندھی ہوتی تھیں جن کو دو آدمی پکڑے ہوتے تھے، یہ دونوں مل کر صلیب کو پہاڑ کی طرف پھینکتے تھے جو کسی شاخ مرجان میں اٹک جاتی تھی پھر اس کو کھینچتے تھے، کسی کی صلیب میں دس ہزار درہم قیمت کے مرجان آجاتے اور کسی کی صلیب میں صرف دس درہم کے، یہ مرجان بازار میں سستے مول بکتے تھے کیوں کہ ان میں نہ رنگ ہوتا تھا نہ چمک، پھر بعض کیمیاوی طریقوں سے ان میں چمک دمک پیدا کی جاتی تھی جس سے ان کی قیمت بہت بڑھ جاتی تھی۔ شطیلہ شہر میں سمور بڑی مقدار میں فراہم ہوتا تھا۔ اندلس میں کشتیوں کی لکڑی سے تلوار کے دستے بنائے جاتے تھے۔ سال کے ایک حصہ میں بحر محیط کے کنارہ بڑی مقدار میں عنبر آ جمع ہوتا تھا۔ صقلیہ سے نوشادر کی برآمد ہوتی تھی اس ملک میں ایک جانور بوقلموں نامی ہوتا تھا جو ساحل سمندر پر چٹانوں پر لوٹتا تھا جس سے اس کے بال گرتے تھے، یہ بال ریشم کی طرح نرم اور سنہرے رنگ کے ہوتے تھے اور ان کی نرمی اور رنگ ہمیشہ قائم رہتا تھا، یہ جانور کمیاب تھا، اس کے بالوں سے کپڑے بنے جاتے تھے جو مختلف زاویوں سے روشنی کے سامنے آکر مختلف رنگ اختیار کرتے تھے، حکومت کی طرف سے ان بالوں کو باہر لے جانے کی ممانعت تھی اس کے بنے ہوئے کپڑوں کی قیمت کبھی کبھی دس ہزار دینار تک پہنچ جاتی تھی۔[1]

رسم و رواج

ملک کے تمام علاقوں میں صرف وہ لوگ جن کی ثقاہت سرکاری طور پر مسلم ہوتی اور جن کو معدّل کہا جاتا شہادت دے سکتے تھے۔ تراویح کی ہر دو رکعت کے بعد آرام کیا جاتا تھا بکریاں کھال اتارے بغیر بھونی جاتی تھیں۔ لوگ زیادہ تر بلا تہبند حماموں میں نہانے جاتے تھے۔

---

[1] مقدسی ص ۲۳۸-۲۳۹